ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

بشارات النبی کے انفرادی زندگی پر اثرات: سیرت طیبہ کی روشنی میں

Impacts of Basharat al-Nabi on Individual Life: In the light of Prophetic Seerah

Usman Abbas
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.
Email: raiusman678@gmail.com
Hafiz M Dawood Al Manshavi
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.
hafizdawood99@gmail.com
Ali Rizwan shahzad
PhD Scholar Department of Islamic Studies, UET Lahore.
Email: alirizwanlhr@gmail.com
Kainat Kanwal
MPhil Scholar Department of Islamic Studies, UOL Lahore.
Email: kanwalkainat006@gmail.com

Abstract:
Islam is the guarantee of our success. It contains orders to scare people and give good news from the beginning to the ending. The Prophet ﷺ took full care of these orders and attitudes while preaching. That is why some people were blessed with special good news from the Prophet ﷺ like Ashra Mubashra. There are aspects of thinking, knowledge and action for us in these good news. These have an impact on our individual lives. In this article, these important aspects of the life of these personalities have been described to become the source of our success. From this we also will know many actions that should be followed like Money should be spent in the way of Allah, we should try to follow every command of Shariah, we must obey the Prophet, we must observe the limits of Allah, we should try to propagate Islam, we must persevere through difficulties and we should like Surah Al-Ikhlas.
Keywords: Basharat al-Nabi, Impacts, Individual life, Prophetic Seerah.

اسلام مکمل اور جامع دین ہے، دین اسلام رشد وہدایت کا باعث ہے، اس میں انسانوں کے فوز وفلاح کا سامان موجود ہے، اس نے آغاز سے ہی لوگوں کو انذار اور بشارات کے درمیان مقید رکھا ہے تاکہ ان کی کامیابی ممکن ہوسکے۔ نبی کریم ﷺ نے تبلیغ کے آغاز سے اختتام تک لوگوں کی نفسیات، اسلام کے بنیادی قوانین اور اہداف ومقاصد کے مطابق طریقہ روا رکھا ہے۔ اس سلسلہ کے دوران لوگوں کے مختلف احوال اور اعمال کی بنیاد پر انہیں نبی کریم ﷺ کی طرف سے مختلف تعلیمات سے نوازا گیا۔ ان تعلیمات میں انذار اور تبشیر دونوں شامل ہیں۔ بعض شخصیات کو کارہائے نمایاں کی انجام دہی پر زبان نبوت سے خصوصی بشارات سے نوازا گیا۔ جن کی سب سے بڑی مثال عشرہ مبشرہ ہیں۔ ان دس شخصیات کے علاوہ مزید شخصیات بھی ہیں جنہیں ان بشارات سے نوازا گیا۔ اس میں قابل غور پہلو یہ ہے کہ ان کے کس عمل یا رویہ کی وجہ سے انہیں اس بشارت سے نوازا گیا ہے اور اس کے ہماری انفرادی یا شخصی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس تحقیقی مقالہ میں انہی چند گوشوں کو سیرت نبویہ کی روشنی میں عیاں کیا ہے کہ امت مسلمہ کی سب سے زیادہ خیر خواہ جماعت صحابہ کرام کی جماعت ہے تو ان کی زندگی نے کس اعتبار سے نبی کریم ﷺ کو متاثر کیا ہے کہ انہیں زبان نبوت سے بشارات دی گئی ہیں تاکہ ان کی زندگی کے حسین گوشوں سے مستفید ہوسکیں۔

بشارت کا معنی ومفہوم:

بشارت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معانی ومفاہیم کے لیے عربی زبان وادب اور لغات سے راہ نمائی لی گئی ہے تاکہ درست معنی ومفہوم معلوم ہوسکے۔ ابن درید کہتے ہیں: البشری و البشارة: یہ دونوں اسم ہیں جن کے ذریعے بشارت دی جاتی ہے۔ اور بشارت خوبصورتی اور اچھی صورت وہیئت کو کہتے ہیں اور یہ لفظ عربی زبان میں مصدر ہے[1]۔ ابو منصور محمد بن احمد الازہری لکھتے ہیں: قَالَ الزَّجاجُ: معنى يَبشَرُك يَسُرُّك ويُفْرِحُك. بَشَرْتُ الرّجلَ أَبَشرُهُ، إذا فَرَّحتَه، وبِشرَ يبْشَرُ، إذا فَرِح[2] زجاج کہتے ہیں: وہ تجھے بشارت دیتا ہے، اس کا مطلب ہے وہ تجھے خوش کرتا ہے اور صاحبِ فرح کرتا ہے۔ میں بشارت دیتا ہوں آدمی کو یاد دوں گا: اس کا مطلب ہے کہ جب تو اس کو خوش کردے اور وہ صاحبِ بشارت ہے یا ہوگا: اس کا مطلب ہے جب وہ خوش ہو۔ امام جوہری لکھتے ہیں کہ ب ش ر سے البشرة و البشر: انسان کی ظاہری جلد

کو کہتے ہیں اور بشرۃ الارض: زمین سے نمودار ہونے والے نباتات وغیرہ کو کہتے ہیں۔ اسی سے بطور اسم البشری، الابشار، التبشیر اور البشارۃ (ب کے ضمہ یا فتحہ یا کسرہ کے ساتھ) استعمال ہوتے ہیں[3]۔ ابن فارس لکھتے ہیں: بَشَرَ: الْبَاءُ وَالشِّينُ وَالرَّاءُ أَصْلٌ وَاحِدٌ: ظُهُورُ الشَّيْءِ مَعَ حُسْنٍ وَجَمَالٍ، فَالْبَشَرَةُ ظَاهِرُ جِلْدِ الْإِنْسَانِ، وَالْبَشِيرُ الْحَسَنُ الْوَجْهِ، وَالْبَشَارَةُ الْجَمَالُ، وَيُقَالُ: بَشَّرْتُ فُلَانًا أُبَشِّرُهُ تَبْشِيرًا، وَذَلِكَ يَكُونُ بِالْخَيْرِ، وَرُبَّمَا حُمِلَ عَلَيْهِ غَيْرُهُ مِنَ الشَّرِّ، فَأَمَّا إِذَا أُطْلِقَ الْكَلَامُ إِطْلَاقًا فَالْبِشَارَةُ بِالْخَيْرِ وَالنِّذَارَةُ بِغَيْرِهِ يُقَالُ: أَبْشَرَتِ الْأَرْضُ: إِذَا أَخْرَجَتْ نَبَاتَهَا[4] ب ش ر کا مطلب ہے کہ کسی چیز کا حسن و جمال کے ساتھ ظاہر ہونا۔ البشرۃ انسان کی ظاہری جلد کو کہتے ہیں۔ بشیر اس شخص کو کہتے ہیں جو خوبصورت چہرے کا مالک ہو۔ بشارت خوبصورتی کو کہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ میں نے فلاں کو بشارت دی، میں اس کو بشارت دوں گا، بشارت دینا تو یہ اچھے معاملہ کے لیے ہوتا ہے اور بعض اوقات اس کو برے معاملہ پر بھی محمول کیا جاتا ہے۔ لیکن جب مطلق کلام ہو تو اس وقت بشارت اچھے معاملہ یا بھلائی کے لیے اور نذرات برے معاملہ یا برائی وغیرہ کے لیے ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابشرت الارض: جب زمین اپنے نباتات وغیرہ نمودار کر دے۔ ابن منظور لکھتے ہیں: وأَتاني أَمْرٌ بَشِرْتُ بِهِ أَي سُرِرْتُ بِهِ. وبَشَرَني فلانٌ بِوَجْهٍ حَسَنٍ أَي لَقِيَني، .وَهُوَ حَسَنُ البِشْرِأَي طَلْقُ الْوَجْهِ .والبِشارَةُ: مَا بُشِّرْتَ بِهِ .والبِشارة: تَباشُرُ الْقَوْمُ بأَمر وتَبَاشَرَ القومُ أَي بَشَّرَ بعضُهم بَعْضًا[5]. میرے پاس ایسی خبر یا ایسا معاملہ پہنچا کہ جس سے مجھے بشارت ملی یعنی مجھے راحت ملی۔ اور اسی طرح فلاں شخص مجھے اچھے طریقے سے ملا (یہاں بشرنی بمعنی یقینی ہے) اور اس کا مطلب کشادہ اور کھلے چہرے کے ساتھ کسی کو ملنا۔ اور بشارت کا مطلب ایسی چیز جس کے ذریعے خوش خبری ملتی ہے اسی طرح بشارت کا مطلب یہ بھی ہے کہ قوم کسی اچھے معاملہ کو پہنچی یا انہوں نے کسی اچھے معاملہ کی خبر حاصل کی۔ تباشر القوم یعنی کسی کا کسی کو خوش خبری دینا یا خوشی والی خبر پہنچانا۔ فیروز آبادی لکھتے ہیں: البشارۃ (بکسر الباء): یہ ب ش ر سے اسم ہے اور یہ البشریٰ کی طرح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز مبشر (خوش خبری دینے والا) عطا کرے یعنی خوش خبری۔ البشارۃ (بفتح الباء): اس کا مطلب حسن و جمال اور خوبصورتی ہے[6]۔ لغوی مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لفظ بشارت کے حروف اصلی ب ش ر ہیں اور اس مادہ سے مختلف الفاظ اور مختلف ابواب کے تحت مختلف معانی پیدا ہوتے ہیں جبکہ ہمارے موضوع سے متعلقہ لفظ "بشارت" بھی اسی سے ماخوذ ہے جس کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں لیکن جو معنی ہمارے عنوان سے متعلق ہے وہ خوش خبری ہے۔

بشارت کا اصطلاحی مفہوم:

امام جرجانی رقم طراز ہیں: البشارة: كل خبر صدق تتغير به بشرة الوجه، ويستعمل في الخير والشر، وفي الخير أغلب[7] بشارت کا اصطلاحی مطلب یہ ہے کہ ہر ایسی سچی خبر جس کے ساتھ چہرے کی کشادگی تبدیل ہو اور یہ خیر اور شر دونوں میں مستعمل ہے لیکن خیر میں اس کا استعمال زیادہ ہے۔ امام محمد بن علی تھانوی لکھتے ہیں: بشارت کو انگریزی زبان میں Annunciation کہتے ہیں جس کا مطلب ہے اعلان کرنا، اطلاع دینا، اچھے معاملہ کی خبر پہنچانا۔ اور عربی زبان کے مطابق ہر ایسی سچی خبر جو چہرے کی کشادگی کو تبدیل کر دے اور اس کا استعمال خیر و شر دونوں میں موجود ہے لیکن خیر میں مستعمل کثیر ہے اس کو بشارت کہتے ہیں[8]۔ دونوں تعریفات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بشارت ایسی خبر اور اطلاع کو کہتے ہیں جو انسان کے چہرے اور طبیعت کو ترو تازہ اور خوش و خرم کر دے یعنی کہ انسان کو بہت اچھی اور بھلی خبر موصول ہو اس کو بشارت کہتے ہیں لیکن یہ اس صورت میں جب اس کا استعمال مطلق ہو لیکن اگر اس کو شر کے ساتھ مقید ذکر کیا جائے تو پھر یہ شر کی خبر ہو گی لیکن خیر کی نہیں ہو گی۔

بشارات کے اثرات:

1۔ کثرت سے صدقات وخیرات اور اعمال صالحہ کرنا:

کثرت سے صدقہ و خیرات کرنا، اللہ نے جو فضل کیا ہے اس میں سے بہ کثرت خرچ کرنا اور نیک اعمال میں رغبت رکھنا، انسان کے لیے جنت کی بشارت کا باعث بنتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کو ان اعمال کی بنیاد پر جنتی قرار دیا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: أَسْرَعُكُنَّ لَحَاقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ: فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا، قَالَتْ: فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ، لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ[9] ترجمہ: تم (ازواج مطہرات) میں سے سب سے پہلے مجھے وہ ملے گی جو تم میں سے لمبے ہاتھوں والی ہو گی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے اندازہ لگانا شروع کر دیا کہ ہم میں سے کس کے ہاتھ لمبے ہیں تو کہتی ہیں کہ ہم میں سے زینب رضی اللہ عنہا لمبے ہاتھوں والی تھیں کیونکہ وہ صدقات وخیرات بہت زیادہ کرتی تھیں اور ہاتھوں سے کام بھی بہت کرتی تھیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد کہ تم میں سے لمبے ہاتھوں والی مجھ سے سب سے پہلے ملے گی تو اس پر امہات المومنین کا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو لمبے ہاتھوں سے مراد کثرت سے سخاوت اور صدقات وخیرات کرنے والی قرار دیا۔ تو یہ ہماری انفرادی زندگی پر اثر ہے کہ اگر ہم بھی جنت میں جانا چاہتے ہیں تو جو فضل وکرم اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا ہے ہم اس میں سے بہ کثرت اللہ کی راہ میں مال خرچ کریں اور جنت کی بشارت کے حق دار بن سکیں۔

2۔ کثرتِ سجود اور کثرت سے نفلی عبادت کرنا:

کثرت سے سجدے کرنا سے مراد ہے کہ فرضی نمازوں کے علاوہ نفل نماز بہ کثرت پڑھنا، یہ عمل انسان کو جنت میں نبی کریم ﷺ کا ساتھ اور مصاحبت دے سکتا ہے جیسا کہ سیدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ کے سوالِ مصاحبت پر آپ ﷺ نے انہیں کثرتِ سجود کا مشورہ دیا۔

سیدنا ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ كُنْتُ أَبِيتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي: «سَلْ» فَقُلْتُ: أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ. قَالَ: «أَوْ غَيْرَ ذَلِكَ» قُلْتُ: هُوَ ذَاكَ. قَالَ: «فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ»[10] ترجمہ: میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ ﷺ کی ضرورت کی چیزیں اور وضو کا پانی لایا کرتا ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ مانگ لو میں نے عرض کیا: میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا طلب گار ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ اور بھی مانگ لو میں نے عرض کیا: یہی کافی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کثرت سجود کے ساتھ اپنے اس معاملے (سوالِ رفاقت) میں میری مدد کرو۔

اس روایت کے مطابق سیدنا ربیعہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ سے جنت میں آپ کی مصاحبت اور ہمسائیگی کا سوال کرنا اور نبی کریم ﷺ کا ان کو اس کے حصول کے لیے کثرت سجود کا مشورہ دینا۔ اس روایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اگر انسان رات کی تنہائیوں میں اُٹھ کر اللہ کے حضور بہ کثرت نمازِ نفل پیش کرے تو اس کے بدلہ میں جنت میں نبی کریم ﷺ کی مصاحبت اور ہمسائیگی مل سکتی ہے اور یہ چیز ہماری انفرادی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے کہ ہمیں بہ کثرت نفل نماز اور عبادات کی طرف بھی رغبت رکھنی چاہیے کیونکہ اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔

3۔ احکامِ شریعت کی قدردانی:

احکام شریعت کی قدردانی سے مراد یہ ہے کہ ہر حکم قرآن یا حکم حدیث کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا اور اپنے آپ کو اس کا مخاطب سمجھنا کہ یہ حکم میرے بارے میں ہی ہوگا اور پھر اس پر سوچ وبچار کرنا اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنا کہ میں کس حد تک اس حکم کے تابع ہوں، اس حوالہ سے سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، افْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنَا أَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهُ، فَأَتَاهُ فَوَجَدَهُ جَالِسًا فِي بَيْتِهِ، مُنَكِّسًا رَأْسَهُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ فَقَالَ: شَرٌّ، كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهُ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَأَتَى الرَّجُلُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ مُوسَى بْنُ أَنَسٍ: فَرَجَعَ المَرَّةَ الآخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيمَةٍ، فَقَالَ: " اذْهَبْ إِلَيْهِ، فَقُلْ لَهُ: إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ، وَلَكِنْ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ[11] ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو اپنے صحابہ میں نہ پایا تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کا پتا کرکے آپ کو بتاتا ہوں۔ تو وہ شخص حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے گھر گیا تو اس نے ان کو گھر میں اپنا سر جھکا کر پریشانی کی حالت میں بیٹھے ہوئے پایا تو اس شخص نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا حال ہے آپ کا (کیا معاملہ ہے آپ کا) تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بہت برا حال ہے، میری آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند ہوگئی ہے اور میرے اعمال ضائع ہوگئے ہیں اور میں تو اہل النار میں سے ہوگیا ہوں تو اس شخص نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کا سارا معاملہ سنایا تو موسیٰ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص دوبارہ واپس گیا حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے پاس بہت بڑی بشارت لے کر۔ تو نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو کہا کہ اس کے پاس جاؤ اور اس کو کہہ دو کہ بے شک تو اہل النار میں سے نہیں ہے بلکہ تو اہل الجنہ میں سے ہے۔

اس روایت کے مطابق سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا قرآن کی آیت کے نزول کے بعد اپنے آپ کو محبوس کرلینا اور اس فکر میں مگن ہو جانا کہ یہ حکم قرآن میرے بارے میں ہے اور پھر نبی کریم ﷺ کا ان کو اس معاملہ پر جنت کی بشارت دینا۔ اس سے ہماری انفرادی زندگی پر یہ اثر پڑتا ہے کہ ہمیں بھی شریعت کے ہر حکم کی قدر کرنی چاہیے اور اس پر عمل کی کوشش کرنی چاہیے اور ہر حکم کا مخاطب خود اپنے نفس کو سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے لیے جنت کا باعث بن سکتا ہے۔

4۔ جنگ میں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے پہرہ دینا:

اس سے مراد یہ ہے کہ جنگ کے دنوں میں جب رات کے وقت جنگ بند ہوتی ہے تو اس وقت مسلمانوں کے لشکر اور سامانِ حرب کا پہرہ دینا اور ان کی حفاظت کے لیے کردار ادا کرنا بہت فضیلت والا عمل ہے جیسا کہ غزوہ حنین کے موقع پر سیدنا انس بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَطْنَبُوا السَّيْرَ، حَتَّى كَانَتْ عَشِيَّةً فَحَضَرْتُ الصَّلَاةَ، عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَارِسٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي انْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ حَتَّى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةِ آبَائِهِمْ بِظُعُنِهِمْ، وَنَعَمِهِمْ، وَشَائِهِمْ، اجْتَمَعُوا إِلَى حُنَيْنٍ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: «تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ»، ثُمَّ، قَالَ: «مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ؟»، قَالَ أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «فَارْكَبْ»، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اسْتَقْبِلْ هَذَاالشِّعْبَ حَتَّى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ، وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ»، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا، خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُصَلَّاهُ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: «هَلْ أَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَحْسَسْنَاهُ فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، وَهُوَ يَلْتَفِتُ إِلَى الشِّعْبِ حَتَّى إِذَا قَضَى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ قَالَ: «أَبْشِرُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ فَارِسُكُمْ»، فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ إِلَى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ، فَإِذَا هُوَ قَدْ جَاءَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي انْطَلَقْتُ حَتَّى كُنْتُ فِي أَعْلَى هَذَا الشِّعْبِ حَيْثُ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ اطَّلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَنَظَرْتُ، فَلَمْ أَرَ أَحَدًا، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ؟» قَالَ: لَا، إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَدْ أَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا»[12] ترجمہ: غزوہ حنین کے موقع پر صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا اور کافی دیر تک چلتے رہے حتی کہ رات کا وقت ہو گیا، میں رسول ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوا۔ وہاں ایک گھڑ سوار آکر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کے سامنے گیا ہوں یہاں تک کہ میں فلاں فلاں پہاڑی پر چڑھا تو ہوازن والوں کو دیکھا کہ اپنی عورتوں، اونٹوں اور بکریوں کو حنین کے مقام پر جمع کر رہے تھے۔ رسول اللہ نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا: ان شاء اللہ یہ کل مسلمانوں کا مالِ غنیمت ہو گا۔ پھر فرمایا کہ آج رات ہمارا پہرا کون دے گا؟ حضرت انس بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ ﷺ! میں دوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سواری پر سوار ہو جاؤ۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اس گھاٹی کی طرف جاؤ اور اس کی چوٹی کی طرف چڑھ جاؤ، تمہاری وجہ سے آج رات ہم دھوکہ نہ کھائیں۔ جب ہم نے صبح کی تو رسول اللہ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے باہر تشریف لائے اور دو رکعات پڑھیں پھر فرمایا: کیا تمہیں اپنا گھڑ سوار نظر آیا؟ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم نے نہیں دیکھا، نماز کے لیے اقامت کہی گئی، پھر رسول اللہ نماز پڑھانے لگے اور دوران نماز گھٹائی کی طرف بھی دیکھ لیتے تھے یہاں تک کہ نماز پوری کی اور سلام پھیر دیا تو فرمایا: تمہیں بشارت ہو کہ تمہارا گھڑ سوار آ گیا ہے۔ پس ہم درختوں کے درمیان سے گھاٹیوں کی طرف دیکھنے لگے تو وہ آ رہے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پیش کیا اور عرض گزار ہوئے: میں جا کر اس گھاٹی کی چوٹی پر چڑھ گیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے دونوں گھٹائیوں کے درمیان دیکھا، خوب نظر دوڑائی لیکن کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا آج رات تم گھوڑے سے اترے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، صرف نماز پڑھنے کے لیے یا قضائے حاجت کے لیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہارے لیے جنت واجب ہو گئی خواہ اس کے بعد کوئی بھی عمل نہ کرو تب بھی حکم نہیں بدلے گا۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ کا مسلمانوں کی حفاظت کے لیے پہرہ دینے کے لیے اعلان کرنا اور سیدنا انس بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ کا اپنے آپ کو پیش کر دینا اور مسلمانوں کی حفاظت کر کے جنت کی بشارت کا حق دار قرار پانا۔ اس میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ہمیں اسلام، مسلمانوں اور اپنے ملک کی حفاظت کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے تاکہ ہم بھی اس بشارت کے حق دار بن سکیں اور یہ ہماری انفرادی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے کہ ہمیں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے خصوصی طور پر جب حالات جنگ ہوں کیونکہ اس کا اجر بہت بڑا ہے۔

5۔ اطاعتِ رسول ﷺ:

ہر معاملہ میں اسوہ رسول ﷺ کا مطالعہ کرنا اور ہر معاملہ میں اطاعتِ رسول کو لازم کرنا۔ یہ انسان کے لیے جنت کا باعث بن سکتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا قصہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَوَاحَةَ: «أَلَا تُحَرِّكُ بِنَا الرِّكَابَ؟» فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ قَوْلِي، قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: اسْمَعْ وَأَطِعْ فَنَزَلَ يَسُوقُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ:

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَغَوْا عَلَيْنَا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ»، فَقَالَ عُمَرُ: وَجَبَتْ[13] ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا ہی اچھا ہو تا کہ (حدی خوانی اور صحرائی نغموں کے ذریعے) تو ہماری سواریوں کی رفتار تیز کرتا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے اب شعر کہنا چھوڑ دیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً ان سے کہا: حضور کا فرمان سنو اور اطاعت کرو اس پر انہوں نے یہ اشعار پڑھے:

اے اللہ! اگر تیری مدد و نصرت ہمارے شامل حال نہ ہوتی تو
نہ ہم ہدایت یافتہ ہوتے، نہ ہی صدقہ کرتے اور نہ ہی نماز ادا کرتے
تو نے ہمیں سکینت سے نواز اور جب دشمنوں سے ہمارا سامنا ہو
تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما

تو رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار سن کر فرمایا۔ اے اللہ! تو اسے اپنی رحمت سے بہرہ یاب فرما: اس پر حضرت عمر نے فرمایا: حضور ﷺ کی اس دعا کی بدولت جنت واجب ہو گئی ہے۔

اس روایت کے مطابق سیدنا عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ شعر و شاعری چھوڑ چکے تھے لیکن جانوروں کو تیز چلانے کے لیے حدی خوانی کی ضرورت تھی اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کو حدی خوانی کا حکم دیا اور وہ فوری اطاعتِ رسول بجالائے۔ یہ ان کے لیے جنت کی بشارت کا باعث بنا۔ تو اس میں ہماری زندگی پر انفرادی طور پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اگر ہم بھی اخروی نجات اور کامیابی کو اپنا مقدر بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں ہر معاملہ میں اطاعتِ رسول کو فوری اپنانا ہو گا جو بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔

6۔ شوقِ جنت:

جب انسان ایک چیز کو اپنے لیے محور، مرکز یا ہدف مقرر کرلے تو وہ چیز انسان بتوفیق اللہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ کے پاس آنے والے عرابی کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الجَنَّةَ، قَالَ: تَعْبُدُ اللَّهَ لاَ تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلاَةَ المَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ المَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ أَزِيدُ عَلَى هَذَا، فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هذا[14] ترجمہ: ایک دیہاتی (اعرابی) شخص نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایسے عمل کی طرف راہ نمائی فرمائیں جسے انجام دینے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، فرض نمازیں قائم کرو، واجب زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو، اس اعرابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان احکامات پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا۔ جب وہ شخص واپس جانے کے لیے مڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جسے یہ پسند ہے کہ وہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

اس روایت کے مطابق اُس اعرابی نے جنتی عمل کا سوال کیا اور نبی کریم ﷺ نے اسے یہ اعمال بتلادیے تو اس نے ان کو کرنے کا عزم مصمم کیا تو آپ نے اس کو جنتی شخص قرار دیا۔ یہ ہماری انفرادی زندگی پر اثرانداز ہوتا ہے کہ اگر ہم بھی شوق جنت پیدا کریں اور ہمیں جنتی اعمال کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے جو ہمارے لیے بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔

7۔ حدوالے جرم کا اقرار کرنا:

اگر کوئی مسلمان خود ہی جرم کا اقرار کرکے قاضی یا حکمران کے سامنے پہنچ جائے اور جرم بھی ایسا ہو کہ جس پر کوئی بڑی حد لاگو ہوتی ہے تو یہ اقرار انسان کے گناہ معاف کرکے اس کو پاک صاف کرکے اللہ کے دربار میں حاضر کرنے کا باعث بنتا ہے اور یہ انسان کے لیے جنت کا باعث بن سکتا ہے اس حوالہ سے سیدنا ماعز بن مالک الاسلمی رضی اللہ عنہ اور جہینہ قبیلہ کی عورت کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا بریدة بن الحصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جَاءَ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ: «وَيْحَكَ، ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ»، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «وَيْحَكَ، ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ إِلَيْهِ»، قَالَ: فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيدٍ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِي، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الرَّابِعَةُ، قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ: «فِيمَ أُطَهِّرُكَ؟» فَقَالَ: مِنَ الزِّنَى، فَسَأَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَبِهِ جُنُونٌ؟» فَأُخْبِرَ أَنَّهُ لَيْسَ بِمَجْنُونٍ، فَقَالَ: «أَشَرِبَ خَمْرًا؟» فَقَامَ رَجُلٌ فَاسْتَنْكَهَهُ، فَلَمْ يَجِدْ مِنْهُ رِيحَ خَمْرٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَزَنَيْتَ؟» فَقَالَ: نَعَمْ، فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ، فَكَانَ النَّاسُ فِيهِ فِرْقَتَيْنِ، قَائِلٌ يَقُولُ: لَقَدْ هَلَكَ، لَقَدْ أَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ، وَقَائِلٌ يَقُولُ: مَا تَوْبَةٌ أَفْضَلَ مِنْ تَوْبَةِ مَاعِزٍ، أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهُ فِي يَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: اقْتُلْنِي بِالْحِجَارَةِ، قَالَ: فَلَبِثُوا بِذَلِكَ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ جُلُوسٌ، فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ»، قَالَ: فَقَالُوا: غَفَرَ اللهُ لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ»[15] ترجمہ: حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر! لوٹ جاؤ، اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرو۔ وہ تھوڑی دور جا کر پلٹ آئے اور پھر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کر دیجئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پھر ایسے فرمایا، یہاں تک کہ چوتھی بار ان کے کہنے پر آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہیں کس چیز سے پاک کروں؟ انہوں نے عرض کیا: بدکاری سے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے متعلق پوچھا: کیا یہ دیوانہ ہے؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس نے شراب پی ہے؟ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان کا منہ سونگھا، مگر اس سے شراب کی بدبو محسوس نہیں کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے بدکاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ بعد میں حضرت ماعز رضی اللہ عنہ بن مالک الاسلمی کے متعلق لوگوں کی دو آراء ہو گئیں۔ بعض کہتے تھے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ ہلاک ہو گئے اور اس گناہ نے انہیں گھیر لیا ہے، بعض کہتے تھے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی توبہ سے افضل کسی کی توبہ نہیں ہے، کیوں کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں خود حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے دستِ اقدس میں اپنا ہاتھ رکھ کر عرض کیا: مجھے پتھروں سے مار ڈالیے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو تین دن صحابہ میں ہی اختلاف رہا، پھر ایک دن صحابہ کرام بیٹھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، آپ ﷺ سلام کرنے کے بعد ان کے ساتھ تشریف فرما ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ماعز بن مالک کے لیے استغفار کرو، صحابہ کرام نے دعا کی: اللہ تعالیٰ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ماعز نے ایسی توبہ کی ہے اگر اس کو پوری قوم پر بھی تقسیم کر دیا جائے تو اسے کافی ہے۔

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: أَنَّ امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ أَتَتْ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حُبْلَى مِنَ الزِّنَى، فَقَالَتْ: يَا نَبِيَّ اللهِ، أَصَبْتُ حَدًّا، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَدَعَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِيَّهَا، فَقَالَ: «أَحْسِنْ إِلَيْهَا، فَإِذَا وَضَعَتْ فَأْتِنِي بِهَا»، فَفَعَلَ، فَأَمَرَ بِهَا نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشُكَّتْ عَلَيْهَا ثِيَابُهَا، ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ، ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: تُصَلِّي عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللهِ وَقَدْ زَنَتْ؟ فَقَالَ: «لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ، وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلَّهِ تَعَالَى؟»[16] ترجمہ: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس حالت میں کہ وہ بدکاری کی وجہ سے حاملہ ہو چکی تھی اس نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں نے وہ جرم کیا ہے جس پر حد قائم ہوتی ہے، آپ ﷺ مجھ پر حد قائم فرمائیں، نبی کریم ﷺ نے اس کے سرپرست کو بلوایا اور فرمایا کہ اس کی اچھی طرح نگہداشت کرو اور جب وضع حمل ہو جائے تو اس کو میرے پاس لے آنا، اس نے ایسا ہی کیا، پھر حضور اکرم ﷺ نے اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھنے کا حکم صادر فرمایا (تاکہ اس کی بے پردگی نہ ہو) پھر آپ ﷺ کے حکم سے اسے رجم کر دیا گیا پھر آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں حالانکہ اس نے بدکاری کا ارتکاب کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کر دیا جائے تو (بخشش اور جنت کے لیے) انہیں کافی ہو گی، کیا تم نے اس سے افضل کوئی توبہ دیکھی ہے کہ توبہ کرنے والی نے خود اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا ہو۔

ان دونوں روایات میں بیان کردہ واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان اگر کسی ایسے جرم کا خود ہی اعتراف کرلے جس پر حد لاگو ہوتی ہو تو یہ انسان کی بخشش کے لیے کافی ہے۔ اس میں ہماری انفرادی زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اگر ہم کوئی ایسا قبیح جرم کر بیٹھیں تو ہمیں دنیا کے معاملات کو پیشِ نظر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اللہ کے خوف اور خشیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس جرم کا اعتراف کر لینا چاہیے اگرچہ اس پر کتنی بڑی سزا ہی کیوں نہ لاگو ہوتی ہو کیونکہ یہ انسان کی اخروی نجات کا باعث بنے گی اور حقیقی کامیابی اور نجات، اخروی کامیابی اور نجات ہی ہے۔

8۔ نماز تحیۃ الوضوء ادا کرنا:

اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص ہر وضو کرنے کے بعد نفل نماز ادا کرلے اس کو نماز تحیۃ الوضو کہتے ہیں اور یہ جنت کی بشارت کا باعث ہے، اس سلسلہ میں سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِبِلاَلٍ: «عِنْدَ صَلاَةِ الفَجْرِ يَا بِلاَلُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَهُ فِي الإِسْلاَمِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الجَنَّةِ» قَالَ: مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجَى عِنْدِي: أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا، فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ بِذَلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ[17] ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز کے وقت فرمایا: اے بلال! مجھے اپنے سب سے زیادہ پر امید عمل کے بارے بتاؤ جو تم نے اسلام میں کیا ہو بے شک میں نے تمہارے قدموں کی آہٹ اپنے آگے جنت میں سُنی ہے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا پر امید عمل یاد نہیں صرف یہ ہے کہ میں دن یا رات میں جس وقت بھی وضو کرتا ہوں ساتھ ہی نماز (تحیۃ الوضوء) بھی پڑھ لیتا ہوں جو اللہ نے میرے نصیب میں لکھی ہوتی ہے۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال کے قدموں کی آہٹ جنت میں سنی اور نبی کریم ﷺ نے جب ان سے سوال کیا کہ یہ کس وجہ سے ہے تو انہوں نے عرض کیا: یہ تحیۃ الوضو نماز کی ادائیگی کی وجہ سے ہے۔ اس واقعہ میں ہماری زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ ہم بھی باوضو رہنے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی تحیۃ الوضوء نفل نماز کی ادائیگی بھی کریں تو جنت ہمارا مقدر بن سکتی ہے جو کہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

9۔ صبر عظیم پر جنت کا وعدہ:

اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بہت بڑے معاملہ پر یا تکلیف پر صبر کرتا ہے تو اس پر نبی کریم ﷺ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اس حوالے سے سیدنا حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر ان کی والدہ کا صبر کرنے کا شاندار واقعہ ہمارے لیے باعثِ نصیحت ہے۔

حمید راوی بیان کرتے ہیں کہ سَمِعْتُ أَنَسًا، يَقُولُ: أُصِيبَ حَارِثَةُ يَوْمَ بَدْرٍ وَهُوَ غُلاَمٌ، فَجَاءَتْ أُمُّهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَدْ عَرَفْتَ مَنْزِلَةَ حَارِثَةَ مِنِّي، فَإِنْ يَكُ فِي الجَنَّةِ أَصْبِرْ وَأَحْتَسِبْ، وَإِنْ تَكُنِ الأُخْرَى تَرَى مَا أَصْنَعُ؟ فَقَالَ: «وَيْحَكِ، أَوَهَبِلْتِ، أَوَجَنَّةٌ وَاحِدَةٌ هِيَ؟ إِنَّهَا جِنَانٌ كَثِيرَةٌ، وَإِنَّهُ لَفِي جَنَّةِ الفِرْدَوْسِ»[18] ترجمہ: میں نے سیدنا انس بن مالک کو فرماتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ حارثہؓ بن سراقہؓ بدر کے دن تیر لگنے سے شہید ہو گئے اور وہ ابھی کم عمر ہی تھے تو اس کی والدہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ حارثہؓ سے میری محبت کو جانتے ہیں اگر وہ جنت میں گیا تو میں صبر کروں گی اور اجر کی امید رکھوں گی اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور معاملہ ہوا تو آپ ﷺ دیکھ لیں گے جو میں کروں گی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: افسوس ہے تجھ پر کیا تیرے بیٹے کی شہادت نے تجھے پاگل کر دیا ہے؟ کیا وہاں ایک ہی جنت ہے؟ وہاں بہت سی جنتیں ہیں اور سراقہؓ تو جنت الفردوس (اعلیٰ جنت) میں ہے۔

اس روایت کے مطابق سیدہ حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی شہادت کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائیں اور عرض کیا کہ اگر اس کو جنت ملی ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ بہت واویلا کروں گی جس پر نبی کریم ﷺ نے ان کے لیے جنتِ فردوس کی خوش خبری سنائی۔ اس میں ہماری انفرادی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہمیں مصائب، تکالیف اور پسندیدہ اشیاء کے چھن جانے پر صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے کیونکہ اس کا اجر بہت عظیم ہے اور وہ جنت ہے۔

10۔ دین کی سربلندی کے لیے محنت و کوشش کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بندہ دین کی سربلندی کے لیے، دین کے پرچار کے لیے، اس کی تبلیغ کے لیے محنت و کوشش کرتا ہے اور اپنی ہر چیز دین کے لیے وقف کر دیتا ہے اس کے لیے جنت کی بشارت سنائی گئی ہے اس حوالہ سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اسماعیل راوی بیان کرتے ہیں کہ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، «بَشَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ؟» قَالَ: نَعَمْ «بِبَيْتٍ مِنْ قَصَبٍ، لاَ صَخَبَ فِيهِ وَلاَ نَصَبَ»[19] ترجمہ: میں نے سیدنا عبد اللہ ابن ابی اوفی سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی بشارت دی ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں: نبی کریم ﷺ نے انہیں جنت میں جواہرات سے بنے ایسے گھر کی بشارت دی ہے کہ جس میں نہ تو تھکاوٹ ہے اور نہ ہی شور و غل ہے۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو دین کے لیے ان کی محنت و کوشش کی بنا پر جنت میں ایسے محل کی خوش خبری دی ہے جس میں شور و غل اور پریشانی بالکل نہیں ہو گی۔ اس میں ہماری انفرادی زندگی پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اگر ہم بھی دین کی سربلندی، پرچار، تبلیغ، وعظ و نصیحت کے لیے محنت شاقہ کریں اور ہر کوشش و کاوش دین کے لیے صرف کر دیں تو ہمارے لیے بہت بہتر ہو گا اور ہماری کامیابی کا ذریعہ بن سکے گا کیونکہ اس کا اجر بہت بڑا ہے اور وہ جنت میں محل کی بشارت ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

11۔ بیماری یا معذوری پر صبر کرنا:

اس سے مراد یہ ہے انسان کو کوئی مستقل بیماری لاحق ہے یا کوئی معذوری لاحق ہے اور انسان اس پر صبر کرتا ہے اور اللہ کے فیصلہ اور تقدیر پر راضی رہتا ہے تو اس پر اجر عظیم جنت کی بشارت دی گئی ہے، اس حوالہ سے سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ اور سیدہ ام زفر الحبشیہ رضی اللہ عنہا کے واقعات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ أَتَى عَمْرُو بْنُ الْجَمُوحِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى أُقْتَلَ أَمْشِي بِرِجْلِي هَذِهِ صَحِيحَةً فِي الْجَنَّةِ؟، وَكَانَتْ رِجْلُهُ عرْجَاءَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " نَعَمْ ". فَقَتَلُوهُ يَوْمَ أُحُدٍ هُوَ وَابْنُ أَخِيهِ وَمَوْلًى لَهُمْ، فَمَرَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: " كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْكَ تَمْشِي بِرِجْلِكَ هَذِهِ صَحِيحَةً فِي الْجَنَّةِ ". فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا وَبِمَوْلَاهُمَا فَجُعِلُوا فِي قَبْرٍ وَاحِدٍ[20] ترجمہ: عمرو بن الجموح رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا خیال ہے آپ کا اگر میں لڑائی کروں یہاں تک کہ شہید کر دیا جاؤں، کیا میں اپنی صحیح ٹانگ کے ساتھ جنت میں چل سکوں گا اور ان کی ایک ٹانگ کمزور تھی (لنگڑے تھے) تو رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا! ہاں! تو احد کے دن عمرو بن الجموح اور ان کا بھتیجا اور ان کا آزاد کردہ غلام شہید ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرے اور آپ ﷺ نے عمرو الجموح کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: گویا کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنی صحیح ٹانگ کے ساتھ جنت میں چل رہا ہے پھر رسول اللہ ﷺ ان تینوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا اور ان کو دفن کر دیا گیا۔

سیدنا عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس نے مجھے فرمایا: أَلاَ أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الجَنَّةِ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: هَذِهِ المَرْأَةُ السَّوْدَاءُ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنِّي أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللَّهَ لِي، قَالَ: «إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ» فَقَالَتْ: أَصْبِرُ، فَقَالَتْ: إِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللَّهَ لِي أَنْ لاَ أَتَكَشَّفَ، فَدَعَا لَهَا[21] ترجمہ: کیا میں تجھے جنتی عورت دکھاؤں؟ تو میں نے عرض کی: کیوں نہیں؟ تو ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ سیاہ فام عورت جنتی ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا پردہ ختم ہو جاتا ہے، میرے لیے اللہ سے دعا کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو صبر کرے تو تیرے لیے جنت ہے اور اگر تو چاہتی ہے تو میں تیرے لیے اللہ سے دعا کرتا ہوں تو وہ مجھے شفاء عطا فرمائے گا تو اس عورت نے عرض کی: میں صبر کروں گی لیکن یہ دعا ضرور کریں کہ دورہ پڑنے کے وقت میرا پردہ ختم نہ ہو تو نبی کریم ﷺ نے اس عورت کے لیے دعا فرما دی۔

پہلی روایت میں سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ کی کمزور ٹانگ کے بدلے جنت میں درست ٹانگ اور جنت میں نبی کریم ﷺ کا ان کو دیکھنا ان کے لیے جنت کی بشارت ہے اس واقعہ میں ہماری زندگیوں پر انفرادی طور پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہمیں معذوری پر مستقل صبر کرنا چاہیے جس کا اجر بہت بڑا ہے اور وہ جنت ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں سیدہ ام زفر الحبشیہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہے کہ ان کو مرگی کے دورے پڑتے ہیں جس پر صبر کرنے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے ان کو جنت کی خوش خبری دی اور اس روایت میں نبی کریم ﷺ نے ان کو پوچھا کہ اگر تم صبر کرو گی تو تمہیں جنت ملے گی تو اس میں ہماری انفرادی زندگیوں پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہم بیماریوں پر دلبرداشتہ نہ ہوں بلکہ ان پر صبر کریں کیونکہ اس کا اجر بہت عظیم ہے اور وہ جنت کی بشارت ہے۔

12۔ مستقل نماز اور روزہ کی پابندی کرنا:

نماز اور روزہ دین کے بنیادی رکن ہیں ان کی پابندی کرنا اور ان کی ادائیگی میں مستقل مزاجی انسان کے لیے اجر عظیم کا باعث ہے اس حوالے سے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

سیدنا قیس بن زید روایت کرتے ہیں کہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا خَالَاهَا قُدَامَةُ وَعُثْمَانُ ابْنَا مَظْعُونٍ، فَبَكَتْ وَقَالَتْ: وَاللَّهِ مَا طَلَّقَنِي عَنْ شِبَعٍ، وَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: " قَالَ لِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: رَاجِعْ حَفْصَةَ، فَإِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ، وَإِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ "[22] ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے ماموں عثمان بن مظعون اور قدامہ بن مظعون آئے تو وہ رو رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ نے مجھ سے دل بھر جانے کی وجہ سے طلاق نہیں دی تو اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور کہا: جبریل علیہ السلام میرے پاس وحی لائے ہیں کہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کر لو کیونکہ وہ بہت زیادہ صیام و قیام کرنے والی ہیں اور جنت میں بھی آپ کی بیوی ہیں۔

اس روایت میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو طلاق دے دی تو ان کو اللہ کی طرف سے یہ حکم ملا کہ حفصہ سے رجوع کر لیں کیونکہ وہ مستقل نماز اور روزہ کی پابندی کرنے والی ہیں اور دنیا و آخرت میں آپ کی زوجہ محترمہ ہیں تو اس سے ہماری انفرادی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اگر ہم نماز اور روزہ کی خصوصی طور پر مستقل بیادوں پر پابندی کریں گے تو اس کے بدلے میں ہمارے لیے اجر عظیم جنت کی بشارت مل سکتی ہے جو باعثِ اعزاز ہے۔

13۔والدہ کی فرماں برداری کرنا اور تلاوتِ قرآن کرنا:

والدہ کی فرماں برداری کرنا اور تلاوتِ قرآن کرنا دونوں بہت بڑے عمل ہیں اور دونوں کے علیحدہ علیحدہ اجر بھی بہت بیان ہوتے ہیں لیکن یہاں ہمارے لیے سیدنا حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی زندگی مشعلِ راہ ہے۔

سیدعائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"نِمْتُ، فَرَأَيْتُنِي فِي الْجَنَّةِ، فَسَمِعْتُ صَوْتَ قَارِئٍ يَقْرَأُ، فَقُلْتُ: مَنْ هَذَا؟ فَقَالُوا: هَذَا حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ " فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " كَذَلِكَ الْبِرُّ، كَذَلِكَ الْبِرُّ " وَكَانَ أَبَرَّ النَّاسِ بِأُمِّهِ[23] ترجمہ: میں سویا ہوا تھا اور حالتِ خواب میں جنت دیکھی تو میں نے وہاں ایک قاری کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک ایسے ہوتے ہیں، نیک ایسے ہی ہوتے ہیں اور وہ اپنی والدہ سے سب سے زیادہ حسن سلوک کرتے تھے۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے جنت میں داخل ہونے کے بعد تلاوت کی آواز سنی تو دریافت کرنے پر بتایا گیا کہ یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں تو آپ نے انہیں نیک اور والدہ کا فرماں بردار قرار دیا ہے تو اس واقعہ میں ہماری انفرادی زندگی پر یہ اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہم بھی تلاوت قرآن بہ کثرت کریں اور والدین کی فرماں برداری کرتے رہیں کیونکہ ان دونوں اعمال کا اجر بہت بڑا ہے اور وہ جنت ہے۔

14۔کثرت سے دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کے بندے اس سے سوال کریں، دعا کریں اور مانگتے رہیں لہذا کثرت سے دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ سے مانگنا بھی جنت کا باعث ہے اس حوالہ سے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

حضرت زر بن حبیش بیان کرتے ہیں کہ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ قَائِمًا يُصَلِّي، فَلَمَّا بَلَغَ رَأْسَ الْمِائَةِ مِنَ النِّسَاءِ، أَخَذَ يَدْعُو، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَلْ تُعْطَهْ»، ثَلَاثًا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيمَانًا لَا يَرْتَدُّ، وَنَعِيمًا لَا يَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَعْلَى جُنَّةِ الْخُلْدِ[24]. ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قیام اللیل کر رہے تھے تو جب سورۃ النساء کی سو نمبر آیت پر پہنچے تو دعائیں شروع کر دیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا (آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا) تو ابن مسعود نے یہ دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے ایمان کا طلب گار ہوں جس کے بعد ارتداد نہ ہو، اے اللہ! میں تجھ سے ایسی نعمتوں کا طلب گار ہوں ختم نہ ہوں، اے اللہ! میں تجھ سے ہمیشگی والی اعلیٰ جنت میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔

اس روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت کی کہ سوال کرو تمہیں عطا کیا جائے گا اور یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ کہے تو اس سے ہماری انفرادی زندگی پر اثرات مرتب ہوتے ہیں ہمیں بھی کثرت سے دعائیں کرنی چاہیں۔

15۔شہادت کا سوال کر کے فوری عمل کرنے والا:

اس سے مراد غزوہ احد کا وہ واقعہ ہے جب ایک شخص نے نبی کریم سے سوال کیا کہ اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو میں کہاں ہو گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو جنت میں ہو گا تو اس نے اس بشارت کے ملنے پر فوری عمل کیا اور جنت حاصل کی۔

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا؟ قَالَ: فِي الجَنَّةِ ،فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ،ثُمَّ قَاتَلَ حَتَّى قُتِلَ[25] ترجمہ: احد کے دن ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی، کیا خیال ہے اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو میں کہاں ہوں گا؟ تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا: تو جنت میں ہو گا۔ (تو یہ سن کر) اس شخص نے کھجوریں اپنے ہاتھ سے پھینک دیں پھر اس نے لڑائی میں حصہ لیا یہاں تک کہ وہ شہید کر دیا گیا۔

اس روایت کے مطابق یہ شخص جنتی قرار پایا اور اس میں ہماری انفرادی زندگی پر یہ اثرات پڑتے ہیں کہ ہم دین کے احکامات، بشارت، وعیدوں کو فوری سمجھ کر ان پر فوری عمل کریں اور دنیا کے مال و متاع کے پیچھے نہ لگیں بلکہ اخروی اور حقیقی زندگی کے سوالی بنیں اور اس کے لیے جلد از جلد سامان تیار کرنے کی کوشش کریں جیسا کہ اس صحابی نے ہاتھ میں موجود کھجوریں بھی پھینک دیں اور جنگ کے لیے نکل کھڑا ہوا اور بہت بڑے اعزاز کا مالک بنا۔

16۔سورۃ الاخلاص سے محبت کرنا:

سورۃ الاخلاص کی فضیلت و مرتبہ بہت زیادہ ہے اور اس کی ایک مرتبہ تلاوت ثلث القرآن کے برابر ہے، اس سے محبت کرنے والا، پڑھنے والا، اس کے مطابق عقیدہ رکھنے والا بھی بہت بڑے مقام و مرتبہ کا مالک ہے اور اس کے لیے جنت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ یہاں ہمارے لیے ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ يَؤُمُّهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ، وَكَانَ كُلَّمَا افْتَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلاَةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَتَحَ: بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا، ثُمَّ يَقْرَأُ سُورَةً أُخْرَى مَعَهَا، وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، فَكَلَّمَهُ أَصْحَابُهُ، فَقَالُوا: إِنَّكَ تَفْتَتِحُ بِهَذِهِ السُّورَةِ، ثُمَّ لاَ تَرَى أَنَّهَا تُجْزِئُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى، فَإِمَّا تَقْرَأُ بِهَا وَإِمَّا أَنْ تَدَعَهَا، وَتَقْرَأَ بِأُخْرَى فَقَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِهَا، إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أَؤُمَّكُمْ بِذَلِكَ فَعَلْتُ، وَإِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ، وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ، وَكَرِهُوا أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ، فَلَمَّا أَتَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُعَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرُوهُ الخَبَرَ، فَقَالَ: «يَا فُلاَنُ، مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ، وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَى لُزُومِ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ» فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّهَا، فَقَالَ: «حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الجَنَّةَ»[26] ترجمہ: ایک انصاری صحابی (رجل انصاری) مسجد قباء میں انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ وہ نماز میں (سورۃ فاتحہ کے بعد) کوئی سورت پڑھنے لگتے تو پہلے سورۃ الاخلاص پڑھتے، پھر اس کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھتے۔ وہ ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے تھے۔ (ایک دن) ان کے مقتدی کہنے لگے: آپ یہ سورت پڑھتے ہیں پھر اسے ناکافی سمجھ کر دوسری سورت پڑھتے ہیں؟ یا تو صرف یہی پڑھیں اور یا اسے چھوڑ کر کوئی دوسری سورت پڑھا کریں۔ وہ کہنے لگے: میں اسے نہیں چھوڑ سکتا، اگر تم چاہوں تو میں تمہاری اسی سورت کے ساتھ امامت کراتا ہوں ورنہ تمہاری امامت چھوڑ دیتا ہوں۔ وہ لوگ انہیں اپنے سے افضل خیال کرتے تھے اور کسی دوسرے کی امامت کو پسند نہیں کرتے تھے (لہذا وہ خاموش ہو گئے) پھر (ایک دن) جب حضور نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے ساری بات آپ ﷺ کے گوش گزار کر دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے فلاں: تمہیں اپنے ساتھیوں کی بات ماننے سے کس چیز نے منع کیا ہے؟ اور ہر رکعت میں یہ سورت پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں اس سورت سے محبت کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ تمہاری محبت ہی تمہیں جنت میں داخل کر دے گی۔

اس روایت کے مطابق سورۃ الاخلاص سے محبت کی وجہ سے ہر رکعت میں اس کی تلاوت کرنے والا جنتی ہے تو اس میں ہماری انفرادی زندگی پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ ہم قرآن کی تلاوت کریں اور سورۃ الاخلاص بھی پڑھیں، اس کے مطابق عقیدہ بنائیں، اس سے محبت کریں تا کہ ہم بہت بڑے اجر کے حق دار بن سکے۔

خلاصہ:

اس اہم عنوان پر تحقیق کے بعد درج ذیل نتائج اخذ ہوئے ہیں: بشارت کا لغوی واصطلاحی معنی ومفہوم معلوم ہوا ہے، سیرت نبوی کی روشنی میں صحابہ کرام کے بشارات کا باعث بننے والے افعال، اعمال اور احوال معلوم ہوئے ہیں جو درج ذیل ہیں: جو فضل و کرم اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا ہے ہم اس میں سے بہ کثرت اللہ کی راہ میں مال خرچ کریں۔ ہمیں بہ کثرت نفل نماز اور عبادات کی طرف بھی رغبت رکھنی چاہیے۔ ہمیں بھی شریعت کے ہر حکم کی قدر کرنی چاہیے اور اس پر عمل کی کوشش کرنی چاہیے اور ہر حکم کا مخاطب خود اپنے نفس کو سمجھنا چاہیے۔ ہمیں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے خصوصی طور پر جب حالات جنگ ہوں۔ ہمیں ہر معاملہ میں اطاعتِ رسول کو فوری اپنانا ہو گا۔ ہمیں جنتی اعمال کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے۔ ہم کوئی ایسا قبیح جرم کر بیٹھیں تو ہمیں دنیا کے معاملات کو پیش نظر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اللہ کے خوف اور خشیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس جرم کا اعتراف کر لینا چاہیے اگرچہ اس پر کتنی بڑی سزا ہی کیوں نہ لاگو ہوتی ہو۔ ہمیں بھی باوضو رہنے کی کوشش اور تحیۃ الوضوء نفل نماز کی ادائیگی بھی کرنی چاہیے۔ ہمیں مصائب، تکالیف اور پسندیدہ اشیاء کے چھن جانے پر صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے۔ اگر ہم دین کی سربلندی، پرچار، تبلیغ، وعظ و نصیحت کے لیے محنت شاقہ کریں اور ہر کوشش و کاوش دین کے لیے صرف کر دیں تو یہ ہماری کامیابی کا ذریعہ بن سکے گا۔ ہمیں معذوری پر مستقل صبر کرنا چاہیے۔ ہم بیماریوں پر دلبرداشتہ نہ ہوں بلکہ صبر کریں۔ ہمیں تلاوت قرآن بہ کثرت اور والدین کی فرماں برداری کرتے رہنا چاہیے۔ ہم دین کے احکامات، بشارت، وعیدوں کو فوری سمجھ کر ان پر فوری عمل کریں اور دنیا کے مال و متاع کے پیچھے نہ لگیں بلکہ اخروی اور حقیقی زندگی کے سوالی بنیں اور اس کے لیے جلد از جلد سامان تیار کرنے کی کوشش کریں۔ ہم سورۃ الاخلاص پڑھیں، اس کے مطابق عقیدہ بنائیں اور اس سے محبت کریں۔ لہذا ہمیں ان اعمال اور احوال کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

[1]ابن درید ، محمد بن حسن، ابوبکر، جمہرۃ اللغۃ، دارالعلم ، بیروت، 1987ء، 311/1۔
[2]الازہری ، محمد بن احمد، ابو منصور، تہذیب اللغۃ، داراحیاء التراث، بیروت، 2001ء، 246/11۔
[3]الجوہری ، اسماعیل بن حماد، ابونصر، الصحاح تاج اللغۃ و صحاح العربیۃ، دارالعلم ، بیروت، 1987ء، 589/2۔
[4]ابن فارس، احمد بن فارس، ابو الحسین، معجم مقاییس اللغۃ،دارالفکر، بیروت، 1979ء، 251/1۔
[5]ابن منظور،محمد بن مکرم،لسان العرب، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 62/4۔
[6]فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، ابو طاہر، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 2005ء، 350/1۔
[7]الجرجانی، علی بن محمد، التعر یفات، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 1983ء، 45/1۔
[8]التھانوی، محمد بن علی، موسوعۃ کشاف اصطلاحات الفنون و العلوم، مکتبہ لبنان، بیروت، 1996ء، 336/1۔
[9]صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل زینب ام المومنین ،حدیث نمبر2452۔
[10]صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب فضل السجود والحث علیہ ،حدیث نمبر489۔
[11]صحیح البخاری ، کتاب المناقب ، باب علامات النبوۃ فی الاسلام،حدیث نمبر3613۔
[12]سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب فضل الحرس فی سبیل اللہ ،حدیث نمبر2501۔
[13]مصنف ابن ابی شیبۃ،حدیث نمبر32327۔
[14]صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب وجوب الزکوۃ،حدیث نمبر1397۔
[15]صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی ،حدیث نمبر1695۔
[16]ایضا،حدیث نمبر1696۔
[17]صحیح البخاری ، کتاب التھجد باللیل، باب فضل الطھور باللیل والنھار،حدیث نمبر1149۔
[18]صحیح البخاری ، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار،حدیث نمبر6550۔
[19]صحیح البخاری ، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ،حدیث نمبر3819۔
[20]مسند احمد، مسند الانصار، حدیث ابی قتادۃ الانصاری،حدیث نمبر22553۔
[21]صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب من یصرع من الریح ،حدیث نمبر5652۔
[22]مستدرک حاکم ، کتاب معرفۃ الصحابۃ ، باب ذکرام المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب ،حدیث نمبر6753۔
[23]مسند احمد، مسند عائشہ بنت الصدیق ،حدیث نمبر25337۔
[24]صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ ﷺ من مناقب الصحابۃ،حدیث نمبر1970۔
[25]صحیح البخاری ، کتاب المغازی، باب : غزوہ احد ،حدیث نمبر4046۔
[26]صحیح البخاری ، کتاب الاذان، باب الجمع بین السورتین فی الرکعۃ ،حدیث نمبر741۔